ڈاکٹر محمد اشرف کمال

اصطلاحات سازی۔ضرورت واہمیت

To keep the existence of national integrity and to strengthen the collective ideology of the language performing an important .It is necessary for the nationalistic ideas and entire national interest to mold language to modern lines.

The terminology of a language is an inevitable element for its improvement. The improvement in the field of science and technology demand this necessary and required alternations in the language to get the language at bar. In this regard the required terminology in this language can get the science and the modern knowledge improved to make it, is the requirement of this age.

اصطلاحات سازی کسی بھی زبان کے لیے بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔اپنی زبان کو دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے ساتھ زندہ رکھنے اوراس کی جداشناخت کو برقرار رکھنے کے لیے روزمرہ بول چال میں استعمال ہونے والی اشیاء کے ناموں کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا عمل نئی نئی اصطلاحات بنانے کی ضرورت کا متقاضی ہوتا ہے۔زندگی کا ہر شعبہ اپنی روزافزوں ترقی کے ساتھ جہاں نئے علوم وفنون سے مالا مال ہورہا ہے وہاں زبانیں بھی ترقی اوروسعت سے ہمکنار ہورہی ہیں۔زبانوں کی یہ ترقی نئے نئے الفاظ اوران کی اصطلاحات کواپنے دامن میں سمیٹے ہوئے نئے لسانی امکانات کی تشکیل کا فریضہ سرانجام دینے کی سعی میں مصروف کار ہے۔

> ''اصطلاح سے مراد وہ بامعنی لفظ ہے جواپنے اصل معنی میں برتا جائے نہ کہ استعارۃً ،یا کوئی لفظ جو کسی مخصوص مفہوم میں اختیار کرلیا جائے۔''(۱)

بابائے اردو نے اسے درج ذیل انگریزی الفاظ کا مترادف قرار دیا ہے۔

> Technical rerm accepted or conventional meaning expression, phraseology.(2)

اصطلاحات سازی کی ضرورت واہمیت اوراصطلاح کی تعریف کرتے ہوئے جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''ہر زندہ زبان میں،علوم وفنون کی سطح پر،اصطلاحات سازی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔اگر مروج معنی کے علاوہ کسی لفظ کے کوئی اور معنی صلاح ومشورہ سے مقرر کر لیے جائیں تو معنی کی اس صورت کو اصطلاح کہتے ہیں۔اس طرح کئی تصورات یا خیالات اس لفظ سے ادا ہوجاتے ہیں۔''(۳)

مولوی وحیدالدین سلیم اصطلاحات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''اصطلاحیں دراصل اشارے ہیں جو خیالات کے مجموعوں کی طرف ذہن کو منتقل کردیتی ہیں۔''(۴)

زبانوں میں ارتقا کا عمل ناگزیر ہوتا ہے۔اگر زبان ارتقائی دوڑ میں پیچھے رہ جائے تو وہ جمود کا شکار ہوکر زوال پذیر ہوتے ہوتے مردہ زبانوں کی فہرست میں داخل ہو جاتی ہے۔

جدید علوم وفنون کے پھیلاؤ تعلیم وتدریس کی نئے زاویوں کے حوالے سے ترویج اور سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں پوری دنیا کے سماج اور انسانی معاشرے کو روایات او رزندہ رہنے کا نیا مفہوم عطا کیا ہے وہاں زبان وبیان اور شعروادب پر بھی اس کے گہرے اثرات دیکھنے میں آئے ہیں۔ذرائع ابلاغ (Source of Communication) کی وسعت، رسائل وجرائد کی بڑھتی ہوئی تعداد اور کمپیوٹر کی ترقی نے انسان کے تخیلاتی کینوس کے ساتھ ساتھ قوتِ ادراک اور وسعتِ نظری کو بھی جلا بخشی ہے جس کی وجہ سے ذہنی سطح کی بلندی اور علمی ذخائر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔سائنس کی ترقی نے تمام علمی وادبی منظر نامے کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔سائنس کے شعبہ میں روز افزوں نئی نئی ایجادات اور اختراعات اس امر کی متقاضی ہیں کہ زبان کو بھی سائنس کے ہم دوش اور ہم پلہ بنانے کے لیے اس میں مناسب اور ضروری تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں اور اس ضمن میں اصطلاحات سازی سے کام لیا جائے۔کسی بھی زبان میں اصطلاحات سازی کا کام ہمیشہ مستقل نوعیت کا ہوتا ہے اس میں کوتاہی دراصل سائنسی ترقی کو روکنے اور جدید علوم کے فروغ میں رکاوٹ کا باعث ہوسکتی ہے۔ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

’’سائنس ہماری زندگی کا ایک ایسا شعبہ ہے جس میں ترقی کی رفتار اور تحقیق کی سمتیں دیگر علوم سے کہیں زیادہ ہیں اور آج مادی دنیا ترجیحاً اس میں دلچسپی لے کر اور اسے اپنا مرکزِ توجہ بنا کر سب سے زیادہ سے زیادہ آسائشیں اور فائدے حاصل کرنا چاہتی ہے۔‘‘(۵)

قومی وجود کو برقرار رکھنے اور اجتماعی شعور کو استحکام دینے میں زبان نہایت اہم کردار کی حامل ہے۔اجتماعی سوچ اور ہمہ گیر ملکی مفاد کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ زبان کو جدید سے جدید تر خطوط پر استوار کیا جائے۔ایک وسیع تر قومی زبان کی ترویج اور فروغ کے امکانات سے پہلو تہی کرنا دراصل قومی وجود اور ملکی سالمیت کے منافی ہے۔ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور صوبائیت کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے ایک مشترک زبان کے خدوخال اجالنے کی اہمیت سے نہ صرف ماہرین لسانیات آشنا ہیں بلکہ عام لوگ بھی اس نازک مسئلہ کو بخوبی سمجھتے ہیں اور اس کی نزاکت کا ادراک رکھتے ہیں کہ ہمیں اظہارِ خیال اور ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کے لیے ایک ایسی رابطہ کی زبان (Media Language) کی ضرورت ہے جو نہ صرف ابلاغ وترسیل کی ضروریات کو پورا کرسکتی ہو بلکہ وہ ہمارے ماضی کی شاندار روایات کی امین بھی ہو اور جسے دفتری وسرکاری زبان کے طور پر اپنائے جانے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہ ہو اور جو قومی ضروریات کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی لسانی معیار پر بھی پورا اترتی ہو۔

قومی زبان کسی بھی قوم کے افراد کے لیے سرمایۂ افتخار ہوتی ہے۔زبان کو نئے لسانی رویوں سے ہم آہنگ کرکے اسے بین الاقوامی لسانی دھارے میں شامل رکھنا پڑتا ہے۔اگر ہم اپنی زبان کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں سے بالکل الگ تھلگ کرلیں گے تو ہم جدید علوم اور ترقی کے حصول کے راستے وانہیں ہوسکیں گے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ دوسری زبانوں سے لسانی استفادہ کیا جائے اور ایسا کرتے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ جو الفاظ وتراکیب ہم اپنی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں ان کو اپنی زبان کی ساخت اور بناوٹ کے مطابق ڈھال لیں تاکہ وہ اصطلاحات ہماری زبان کے مزاج سے ہم آہنگ ہوکر اس کا جزوِ حقیقی بن جائیں۔بقول جیلانی کامران:

’’اہلِ یورپ نے ہر چند کہ سائنسی اور جدید علمی اصطلاحات کو یونانی زبان سے بھی اخذ کیا تھا۔لیکن انھوں نے اصطلاحات کو یونانی حروف تہجی میں منتقل نہیں کیا بلکہ انھیں رومن حروف میں ڈھالا تھا جو مغربی یورپ کے

ملکوں کی مشترکہ وراثت تھی۔ اس طرح سائنس اور جدید علوم کی اصطلاحوں کا مشترکہ سرمایہ ترتیب پایا تھا۔''(۶)

اردو زبان کی ترقی کے لیے اصطلاحات سازی کے علم کو فروغ دینا اور بدیسی الفاظ کی مناسب، معیاری اور مستند اصطلاحات کو رائج کرنا نہایت ضروری ہے۔ اصطلاحات کو وضع کرتے ہوئے ان کی تنظیم، درستی اور ابلاغ کا خاص خیال رکھنا اہمیت کا حامل ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وضع کردہ اصطلاحات آسان فہم اور مانوس ہوں۔ مشکل اور غیر مانوس اصطلاحات زبان کو پیچیدہ اور گنجلک بنا دیتی ہیں جس کی وجہ سے زبان کی ترقی اور شائستگی و سلاست بھی متاثر ہوتی ہے۔

علوم و فنون میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ زبان کو اگر موجودہ تقاضوں کے ہم آہنگ (up to date) نہ رکھا جائے تو حصولِ علم اور تدریس و تعلیم میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن زبانوں میں علمی و سائنسی کام وقوع پذیر ہے ان زبانوں پر دسترس حاصل کرنا نہایت ضروری ہے اور ان زبانوں کا مطالعہ کر کے اصطلاحات سازی کا کام سرانجام دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر اس ضرورت سے پہلو تہی برتی گئی تو نہ صرف زبان کی ترقی رک جائے گی بلکہ قومی و ملکی ترقی پر بھی اس کے منفی اثرات مرتب ہونا شروع ہو جائیں گے۔ جو ملکی سالمیت کے لیے نہایت مضر ثابت ہو سکتے ہیں۔ شان الحق حقی لکھتے ہیں:

''زبانیں قوموں کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی ہیں اور ان کا علمی پایہ ہمیشہ اپنی قوم کی ذہنی سطح کے متوازن رہتا ہے ماہرین لسانیات نے کوئی ۱۴ طریقے گنائے ہیں جن سے کام لے کر کوئی زبان نئے لفظ بناتی ہے اور اپنی لغوی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ ان میں دوسری زبانوں سے سیدھا سیدھا اکتساب بھی شامل ہے اور اپنے اندرونی وسائل سے کام لینا بھی۔''(۷)

جدید علوم میں اصطلاحات سازی ایک اہم اور نازک مرحلہ ہے جو زبانیں اس نازک مرحلہ سے بطریق احسن عہدہ برآ ہو جاتی ہیں وہ زندہ جاوید رہتی ہیں اور جو زبانیں جدید علوم کی اصطلاحات کو اپنی گرفت میں لینے سے قاصر ہوتی ہیں ان کا مستقبل بھی مخدوش ہو جاتا ہے۔ علوم و فنون کی تدریس، تعلیم، تشریح اور تفہیم کے لیے اصطلاحات سازی ناگزیر ہے۔ علمی و فنی الفاظ و محاورات میں اضافہ زبان کی ترقی اور قوم کی خوشحالی کا ضامن ہے۔ اصطلاحات زبان کو بنیادی لسانی ڈھانچہ فراہم کرتی ہیں وضع کردہ اصطلاحات رفتہ رفتہ مستعمل ہو کر رواج پا جاتی ہیں اور اس طرح زبان کے علمی و لفظی خزانے میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی کے بقول:

''یہ دور انکشافات، ایجادات اور علوم و فنون میں تیز رفتار ترقی کا ہے اس لیے اصطلاحات کا وجود میں آنا ناگزیر ہے چونکہ عموماً ترقی یافتہ ممالک ہی علمی میدان میں آگے ہیں اس لیے اصطلاحات بھی انھی کی زبانوں میں وضع ہوتی ہیں۔ اس میدان میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی، روسی اور جاپانی زبانیں دورِ جدید میں سب سے آگے ہیں۔''(۸)

اصطلاحات سازی کے لیے الفاظ و تراکیب کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرتے وقت دونوں زبانوں کے مزاج، ساخت الفاظ کی بناوٹ اور الفاظ کی نشست و برخاست کا خیال رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اصطلاحات سازی۔ اصطلاحات سازی ایک محنت طلب کام ہے جس کا مقصدِ اولیں مفہوم اور معانی کی ترسیل ہے۔ اصطلاح وضع کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ یہ اصل لفظ کے مفہوم کو صحیح طور پر ادا کر رہی ہے یا نہیں۔ اگر اصطلاح میں مفہوم اور معانی کی طرف اشارہ موجود نہ ہو تو ایسی اصطلاح بے فائدہ ہے۔ اس سے زبان کو بجائے فائدہ ہونے کے نقصان کا اندیشہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ اصطلاحات میں معانی تک بآسانی رسائی ممکن ہونی چاہیے۔ اور اس کا خاص خیال رکھا جائے۔ یہ اسی وقت ممکن

ہے جب کہ اصطلاح وضع کرتے وقت زبان کے مزاج اور عوام کے لسانی مذاق کو مدنظر رکھا جائے۔اس حوالے سے ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں

''لغوی معنی کی جگہ اصطلاحی معنی کو پیش نظر رکھ کرایسالفظ وضع کرنا چاہیے جو اصطلاحی مفہوم کو واضح کردے اور اتناروشن ہو کہ مزید تشریح وتعریف کی ضرورت پیش نہ آئے۔''(۹)

اصطلاحات سازی ترجمہ اور لفظ سازی سے بالکل الگ چیز ہے۔اصطلاحات بناتے وقت نہایت سوچ بچار اور غور وفکر سے کام لینا پڑتا ہے اور اس کام کی انجام دہی کے لیے وسیع مطالعہ اور ذخیرہ علمی کا ہونا بھی ضروری ہے۔اردو زبان کی یہ خوش قسمتی رہی ہے کہ اس کا تعلق ہمیشہ ترقی یافتہ علمی وادبی زبانوں سے رہا ہے اور اس میں دوسری زبانوں سے الفاظ وتراکیب لینے اور اصطلاحات سازی کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ بڑی خوبصورتی اور مہارت سے اردو میں دوسری زبانوں کی اصطلاحات کو جگہ دی جاسکتی ہے۔اس وقت اردو میں بے شمار اصطلاحات رائج کی جاچکی ہیں۔اکثر اصطلاحات اپنی جامعیت اور لطافت کے حوالے سے رواں بھی ہیں اور اردو کے مزاج میں رچ بس بھی گئی ہیں۔

زبان کی ترقی اور اس کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ نئے اور جدید علوم کو سامنے رکھتے ہوئے نئے نئے الفاظ وتراکیب اور اصطلاحات کو زبان میں راستہ دیا جائے۔لیکن نئے الفاظ اور اصطلاحات کو اپناتے ہوئے اس بات کا خصوصی خیال رکھنا ضروری ہے کہ اصطلاح مختصر ہونی چاہیے اگر اصطلاح طویل ہوگی تو عوامی سطح پر رائج نہ ہوسکے گی۔اس کے علاوہ شامل کی گئی اصطلاحات زبان کے مزاج، بناوٹ اور ترکیب میں زبان کے قواعد وضوابط سے میل رکھتی ہوں اور قدرتی طور پر اس میں مدغم ہو کر اس زبان کا حصہ بن جانے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔اسی صورت میں زبان کی حقیقی معنوں میں ترقی ہوسکتی ہے۔

اردو مخلوط زبان ہونے کی وجہ سے دوسری زبانوں سے علمی ولفظی استفادہ کرنے کی بھرپور صلاحیت سے مالا مال ہے۔اردو زبان میں اصطلاحات سازی کے حوالے سے بے پناہ توانائی اور گنجائش موجود ہے۔چونکہ اردو زبان دوسری زبانوں کی آمیزش سے ترکیب پائی ہے اسی لیے اردو نے سائنس کی ان اصطلاحات کو جو کم وبیش ہر ملک میں یکساں طور پر رائج ہیں، من وعن اپنالیا ہے۔مثلاً کمپیوٹر، ٹیلی وژن، ٹیلی فون، انجن، وی سی آر، ایرلائن، مشین، پیراگراف، پالش، فٹ پاتھ، ریموٹ کنٹرول، ٹائم ٹیبل، پولیس، گیس، ایرکولر، واٹرکولر، میڈیکل، انجنیئر نگ، سٹور، جنرل اسٹور، کلاتھ ہاؤس، پروگرام، اور دیگر مختلف مشینوں، ایجادات ومصنوعات اور پرزوں کے نام وغیرہ۔

جو اصطلاحات زبان کے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ عوام کے مزاج اور روزمرہ بول چال میں رواج نہ پاسکیں ان کو ترک کردینا ہی بہتر ہوتا ہے۔کچھ اصطلاحات ایسی بھی ہیں جو اپنی بناوٹ کے لحاظ سے مشکل اور غیر مانوس ہونے کی وجہ رواج نہ پاسکیں نتیجۃً وہ الفاظ وتراکیب ہمیں من وعن اردو زبان میں لینی پڑیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے الفاظ اپنے ترجمے یا اردو مترادف الفاظ کی نسبت زیادہ آسان فہم ہیں۔مثلاً

Transmitter	مرسل	ٹرانسمیٹر ہی مستعمل ہے
Neutral	تعدیلی	نیوٹرل ہی مستعمل ہے
Programm	عملیہ	پروگرام ہی مستعمل ہے
Time Table	اوقاتیہ	ٹائم ٹیبل ہی مستعمل ہے
Computer	محاسب	کمپیوٹر ہی مستعمل ہے
Reactor	تعامل گر	ری ایکٹر ہی مستعمل ہے
Table	جدول	ٹیبل ہی مستعمل ہے

Transformer	بدل گر	ٹرانسفارمر ہی مستعمل ہے
Polish	صیقل	پالش ہی مستعمل ہے
Poilet	ہواباز	پائلٹ ہی مستعمل ہے
Art Galary	رنگ محل	آرٹ گیلری ہی مستعمل ہے
Wall clock	دیواری گھڑی	وال کلاک ہی مستعمل ہے
Audio Video	سمعی وبصری	آڈیو وڈیو ہی مستعمل ہے

اسی طرح کی اور بھی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔اردو زبان کا رویہ شروع ہی سے کشادہ دامنی کی طرف مائل رہا ہے۔اردو نے دوسری زبانوں سے اخذ واکتساب میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ آج اردو زبان جدید اور ترقی یافتہ شکل میں دوسری بڑی زبانوں کے شانہ بشانہ نظر آرہی ہے اور موجودہ صنعتی وسائنسی دور کے تمام تقاضوں سے بھی نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہو رہی ہے۔اصطلاحات سازی نے اردو زبان کے دامن کو وسعت دے کر اس میں انقلابی تبدیلیوں اور خوبصورت اضافوں کو ممکن بنا دیا ہے جس کی وجہ سے زبان میں جدت اور ندرت بھی پیدا ہوئی ہے اور ہمہ گیری وجامعیت بھی۔

کوشش کرنی چاہیے کہ کسی اصطلاح کو بناتے وقت اپنی زبان کے مزاج اور معیار کو مدنظر رکھا جائے۔جو یہ سوچتے ہیں کہ ہماری زبان جدید علوم اور سائنس وٹیکنالوجی کے لیے ذریعہ تعلیم کی شرائط اور ضروریات پورا نہیں کرتی اور اس میں بنائے جانے والی اصطلاحات مشکل ہیں تو یہ ان کی خام خیالی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔بقول علیم احمد:

> ”اردو میں سائنسی اصطلاحات کی بابت، اس احساسِ کمتری کو بھی خیر باد کہہ دیجئے کہ اردو میں سائنسی اصطلاحات ناقابلِ فہم ہوتی ہیں۔جبکہ انگریزی اصطلاحات کو سمجھنا بہت آسان ہوتا ہے۔یہ ہمارے ماہرین تعلیم کی ذہنی پسماندگی کا نتیجہ ہے،ورنہ اردو کی سائنسی اصطلاحات بھی اتنی ہی آسان اور قابلِ ہضم ہیں جتنی کہ انگریزی اصطلاحات ہوتی سکتی ہیں۔“(۱۰)

اصطلاحات سازی کا مقصد الفاظ کا صحیح اور برمحل استعمال ہے۔جب ہم دوسری زبان کی اصطلاحوں کو اپنی زبان میں ترجمہ کریں گے یا ان کے مترادفات تلاش کریں گے تو اس سے مفہوم کی ترسیل اور معانی کے ابلاغ میں پیچیدگی پیدا ہوسکتی ہے کیونکہ ہر زبان کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں اور انھی خصوصیات کی مناسبت سے وہاں تراکیب و اصطلاحات رواج پاتی ہیں۔جب ہم ان تراکیب واصطلاحات کو اپنی زبان میں مستعار لیتے ہیں تو یہ ہمارے کلچر اور زبان کی ساخت سے میل نہیں کھاتیں اور بعض اوقات دوسری زبانوں کی اصطلاح کئی کئی معانی رکھتی ہے۔جبکہ اس کا ترجمہ ان تمام مفاہیم ومعانی کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> ”ہر زبان کے مخصوص مزاج اور اس کے لسانی ڈھانچے کے تناظر میں اصطلاح تشکیل پاتی ہے اور اس لحاظ سے جیسی بھی اصطلاح بنے گی ٹھیک ہی ہوگی۔یہی نہیں بلکہ اصطلاح جن الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے ان کے لغوی مفہوم کی اس تصویر یا شے سے مطابقت بھی لازم نہیں۔بعض اوقات تو یہ بھی ہوتا ہے کہ لفظ اور شے کے برعکس ہونے کے باوجود اصطلاح مقبول ہو جاتی ہے۔“(۱۱)

اصطلاحات سازی کے دوران بعض اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ایک ہی اصطلاح کے کئی تراجم اور مترادف رواج پا جاتے ہیں۔اسی لیے اس ضمن میں نہایت محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اس کام کے لیے کئی زبانوں پر عبور رکھنے والے ماہرین سے کام لیا جانا چاہیے۔اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں اور اصطلاحات سازی کو لفظ سازی سے بچایا

جا سکتا ہے کیونکہ الفاظ و اصطلاحات زبان و بیان میں بنیادی کردار کے حامل ہوتے ہیں اور زبان و بیان معاشرتی رویوں اور تہذیبی مزاجوں کے بنانے بگاڑنے میں اہمیت رکھتے ہیں۔

اصطلاحات سازی کے دوران صرف لفظی ترجمہ سے اجتناب ضروری ہوتا ہے۔اردو میں اصطلاحات سازی کے حوالے سے عربی قواعد سے کام لیا جاتا ہے۔اس حوالے سے اصول اشتقاق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔بقول علیم احمد:

> ''کسی بھی سائنسی یعنی اصطلاح کو لازماً اس قابل ہونا چاہیے کہ اس سے فعل (ورب)، فاعل (سبجیکٹ)، مفعول (آبجیکٹ) اور دوسرے متعلقہ الفاظ اخذ (derive) کیے جا سکیں۔مطلب یہ کہ ایک بامعنی لفظ (اصطلاح) سے دوسرے کئی بامعنی الفاظ بنائے جا سکتے ہوں۔۔مثلاً ایک مادے ح س ن پر غور فرمایئے اس مادے سے بننے والے کچھ الفاظ یہ ہیں۔۔۔حَسَن، حَسَنَہ، حَسَنات، حُسنات، حَسنا، حِسان، حَسان، حُسین، حُسن، حَسین۔اَحسَن، احسان، مُحسن، مُحسنین، مُحسنات، مُحسنات، تحسین، مُحسن، اِستحسان، مُستحسن۔''(۱۲)

اصطلاحات سازی صرف چند افراد کے بس کا روگ نہیں ہے بلکہ اس اہم کام کے لیے ادارے اور سرکاری محکمے ہونے چاہئیں جو زبان کی رفتار اور ترقی کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اصطلاحات سازی جیسے اہم فریضے کو بھی سرانجام دیتے رہیں۔انجمن ترقی اردو، مقتدرہ قومی زبان اور شعبہ تصنیف وتالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی جیسے ادارے پہلے ہی اس حوالے سے گرانقدر خدمات انجام دے چکے ہیں۔موجودہ دور اپنے تقاضوں کے حوالے سے بڑا نازک ہے،ضروری ہے کہ جدید اور عصری علوم کے لیے اپنی زبان کا دامن ہمیشہ کھلا رکھا جائے کیونکہ بند زبانیں جلد ہی مردہ زبانوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ڈاکٹر سی اے قادر لکھتے ہیں:

> ''ہر عہد کی اپنی خصوصیت ہوتی ہے جیسے کوئی ایٹمی عہد تھا اور کوئی الیکٹرانک۔آج کل کا عہد Mass Communication یا ابلاغ عامہ کا عہد ہے لہٰذا انگلسی امریکی دنیا میں ایک نیا فلسفہ ابھرا ہے جسے لسانی فلسفہ کہا جاتا ہے۔اس کے بانیوں میں وٹگنسٹائن، کارنپ آسٹن آئیر جیسے جدید فلسفیوں کے نام ہیں ان لوگوں کا دعوٰی ہے کہ فلسفہ کا سروکار اخروی حقیقت سے نہیں بلکہ الفاظ کے صحیح استعمال سے ہے۔''(۱۳)

زبان قوموں میں سینہ در سینہ اور نسل در نسل سفر کرتی ہے اور صدیوں اپنے ارتقا میں مصروف رہتی ہے۔جس قوم کی اپنی کوئی زبان نہ ہو وہ قوم اپنی شناخت اور وقار کھو دیتی ہے۔بغیر زبان کے کسی بھی قوم کی ترقی ناممکنات میں سے ہے۔دنیا کا ہر خطہ اپنا کلچر رکھتا ہے اور کلچر کی نمائندگی کا کام صحیح معنوں میں زبان سرانجام دیتی ہے۔تہذیب و تمدن زبان کے توسط ہی سے نمو پاتے ہیں۔زبان قوموں کی معاشرت اور باہمی یگانگت میں اہم کردار کی حامل ہوتی ہے۔زبان کو شائستہ اور رواں بنائے بغیر ہم قومی شعور اور انسانی اقدار رکھنے کا دعوٰی نہیں کر سکتے۔زبان پوری قوم کو بنانے سنوارنے کی صلاحیت اور اہلیت کی حامل ہوتی ہے۔اسی لیے ترقی یافتہ قومیں اپنی زبانوں میں وسیع تر لسانی امکانات کی تلاش میں مگن رہتی ہیں اور اپنی لسانی جڑوں کو اپنی ہی زمین میں پیوست رکھتی ہیں کیونکہ دوسروں کی زبان اپنانے والی قومیں کبھی ترقی کا وہ گراف حاصل نہیں کر سکتیں جو کہ اپنی زبان میں ممکن ہے۔مشکور حسین یاد لکھتے ہیں:

> ''ہر زبان اپنے بولنے والوں کے لیے ایک الگ سرچشمۂ حیات ہے جس کی جگہ کوئی دوسری زبان ہرگز ہرگز نہیں لے سکتی، خواہ یہ زبان کتنی بھی عظیم اور کیسی بھی بڑی ترقی یافتہ زبان کیوں نہ ہو۔قصہ دراصل یہ ہے کہ ہر خطہ ارضی کی زبان اس خطے کے جوہر آب و گل کو اپنے اندر جذب کر کے اس خطے کے لوگوں کے لیے ایک جہانِ معانی فراہم کرتی ہے۔اس جہانِ معانی پر اس خطے کے لوگوں کی باوقار زندگی اور گوناگوں ترقی کا انحصار ہے۔''(۱۴)

زبان کی اسی اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اردو زبان میں جدید علوم کی تدریس و تعلیم کو ممکن اور آسان بنانے کے لیے اصطلاحات سازی کی جائے۔ اس حوالے سے کچھ اصول اور قواعد و ضوابط وضع کیے جائیں، جن کا مقصد زبان کو پیچیدہ اور مشکل بنانا نہ ہو بلکہ اس کو وسعت دینا ہو۔ ہمیں فوری طور پر ان اصطلاحات کو ترک کر دینا چاہیے جو کہ اردو زبان کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ ہمیں صرف ان اصطلاحات کو رواج دینا چاہیے جن کی وجہ سے اردو زبان کو وسعت ملے اور بین الاقوامی طور پر لسانی اعتبار حاصل ہو جائے۔

اصطلاحات سازی کے عمل میں رکاوٹ کا ایک بڑا سبب ذریعہ تعلیم کا قومی زبان میں نہ ہونا بھی ہے۔ جب اصطلاح اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر تدریسی عمل میں سامنے نہ لائی جائے گی تو پھر وہ مقبول کیسے ہوگی۔ کیوں کہ اصطلاح کے عوام میں مقبول ہونے کے لیے بھی ضروری ہے کہ پڑھا لکھا طبقہ یا ادیب و شاعر اسے اپنی تحریر میں شامل کریں۔ تبھی یہ قارئین اور عوام تک پہنچے گی اور اگر ادب میں ہی انگریزی الفاظ و تراکیب کی بھرمار ہوگی تو پھر اصطلاح سازی کا سارا عمل غیر مؤثر ہو کر رہ جائے گا اور اس کے مطلوبہ ثمرات بھی حاصل نہ کیے جا سکیں گے۔ جامعہ عثمانیہ میں اردو میں اصطلاحات سازی کا تجربہ اسی لیے کامیاب ہوا کہ وہاں اردو زبان کو ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنایا گیا اور جدید و سائنسی علوم کے تدریس کے لیے بے شمار اصطلاحات کو عربی فارسی میں ڈھال کر اردو زبان کے مزاج سے ہم آہنگ کیا گیا۔

حوالہ جات

۱۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء ص ۵۵

۲۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق، ڈاکٹر، ڈکشنری اردو ٹو انگریزی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۲ء، بار پنجم ص ۱۶۹

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (مرتب)، فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص الف

۴۔ وحید الدین سلیم مولوی، وضع اصطلاحات، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان (تیسرا ایڈیشن)، ۱۹۶۵ء

۵۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، فطری سائنس کی اصطلاحات کے مسائل، مشمولہ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات مرتبہ اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۴۳

۶۔ جیلانی کامران، قومیت کی تشکیل اور اردو زبان، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء، ص ۱۸۵

۷۔ شان الحق حقی، وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث، مشمولہ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، مرتبہ اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۱۳

۸۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اردو اصطلاحات سازی، اسلام آباد: انجمن شرقیہ علمیہ، ۱۹۹۳ء، ص ۱۲۲

۹۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اصطلاحات کے اردو ترجمے مشمولہ ماہنامہ ''ماہِ نو'' کراچی، مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۱۳۹

۱۰۔ علیم احمد، اردو زبان اور سائنسی و تکنیکی اصطلاح سازی، مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد، اگست ۲۰۰۷ء، ص ۲

۱۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو زبان کیا ہے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۳۵۵

۱۲۔ علیم احمد، مشمولہ، اخبار اردو، اسلام آباد، اگست ۲۰۰۷ء، ص ۴

۱۳۔ سی اے قادر، ڈاکٹر، معاشی علوم کی اصطلاحات کے مسائل، مشمولہ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات، ص ۳۱

۱۴۔ مشکور حسین یاد، اردو زبان اور ہماری تعلیم و تربیت، مشمولہ اردو زبان۔ مسائل اور امکانات، لاہور: مجلس تقریبات ملی پاکستان، ۱۹۹۲ء، ص ۱۸۴